اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت میں ہی ہماری بھلائی اور نجات ہے

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہم اس خطے میں اللہ کی اطاعت پر مبنی نظام قائم کرتے مگر ہم نے دنیا بنانے کو مقصود حیات بنا لیا

کوئی بڑے سے بڑا ماہر معیشت سودی نظام کے ہوتے ہوئے پاکستانی معیشت کی ترقی کا راستہ نہیں بتا سکتا

موجودہ حالات میں خود کو آزاد کہنا یا سمجھنا خود فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟

مسجد دار السلام باغ جناح، لاہور میں نائب امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے ۱۳/ اگست ۹۹ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

(مرتب : فرقان دانش خان)

حمد و ثناء، تلاوتِ آیات اور ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا :

حضرات! پاکستان کے یوم آزادی "۱۴ اگست" کے حوالے سے میں نے سورۃ انفال کی آیات ۲۴ تا ۲۸ کا انتخاب کیا ہے کیونکہ ان آیات کو پاکستان کے موجودہ حالات سے بڑی مناسبت ہے۔ پورے ملک میں جس جوش و خروش سے جشن آزادی منایا جا رہا ہے اور ہلڑبازی اور دھماچوکڑی کی تیاریاں پورے عروج پر ہیں، ان آیات کی روشنی میں غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا اس طور سے جشن آزادی منانا ہمارے لئے مناسب ہے۔ آیت ۲۴ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ ﴾

"اے اہل ایمان! اللہ اور رسول (ﷺ) کی پکار پر لبیک کہو جب وہ تمہیں اس کام کی طرف بلائیں جس میں تمہاری حیات ہے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف تم سب کو جمع کر دیا جائے گا۔"

اس آیۂ مبارکہ میں اللہ اور رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کے پس منظر میں غزوۂ بدر ہے۔ اس وقت اللہ اور اس کے رسول کی پکار کیا تھی؟ ذرا غور کیجئے، ایک طرف ۳۱۳ نہتے مسلمان جبکہ دوسری طرف کیل کانٹے سے لیس ابوجہل کا لشکر تھا۔ اگر دنیوی ساز و سامان کی نسبت و تناسب سے دیکھا جائے تو مسلمانوں کی شکست واضح تھی۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پکار پر لبیک کہا تو اللہ نے ان کی مدد کی اور انہیں کفار کے لشکر پر فتح دی۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم میں ہمارے لئے زندگی سے یہی مراد ہے۔ آج بھی اللہ اور رسول ﷺ کا ہر حکم ہمارے لئے حیات بخش ہے۔ اگر کسی کا خیال ہو کہ اسلامی سزائیں وحشیانہ ہیں، کوئی سمجھتا ہو کہ سود کے بغیر معاشی نظام چل ہی نہیں سکتا تو یہ اس کی کوتاہ نظری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے حکم کی اطاعت میں ہی ہماری بھلائی اور ہماری حیات ہے۔

قرآن ہم سے بحیثیت قوم اور بحیثیت امت مسلمہ یہی تقاضا کرتا ہے کہ ہم زندگی کے ہر گوشے میں اللہ کی کامل اطاعت اختیار کریں، جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت ۲۰۸ میں فرمایا گیا :

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً ﴾

"اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔"

یہ نہیں کہ انفرادی زندگی میں تو دین پر عمل ہو رہا ہے جبکہ اجتماعی زندگی کے بہت سے گوشے اطاعت خداوندی سے خالی ہیں، جیسا کہ ہمارے ملک میں زکوٰۃ کا ادھورا نظام تو قائم ہے لیکن ساتھ ہی بدترین جاگیردارانہ نظام بھی جاری و ساری ہے۔ جزوی اطاعت اور جزوی دین کا اختیار کرنا اللہ کے ہاں مقبول نہیں۔ اسی طرح ہمارے دستور میں اسلام بھی ہے اور سارا نظام اس کے برخلاف چل رہا ہے، جس کے باعث ہمارا دستور چوں چوں کا مربہ یا صحیح تر الفاظ میں منافقت کا پلندہ بن چکا ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۸۵ میں بڑے سخت الفاظ میں اس دورنگی کیفیت کی مذمت کی گئی ہے :

﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ﴾

"کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک حصے کا انکار کرتے ہو؟ پس تم میں سے جو کوئی یہ طرز عمل اختیار کرے گا تو اس کی سزا اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ اسے دنیا کی زندگی میں رسوا کر دیا جائے، اور آخرت میں ایسے لوگ سخت تر عذاب میں ڈالے جائیں گے۔"

یہ اللہ اور رسول کی وہ پکار ہے جو بحیثیت قوم اور بحیثیت امت مسلمہ ہم سے کی جا رہی ہے۔ لیکن ہمارا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ہمیں آزادی حاصل کئے ۵۲ برس ہونے کو آئے، مگر اس دوران ہم نے اللہ کے ہر حکم سے روگردانی کی۔ اللہ کا حکم ہے کہ "اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جتنا سود باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے"۔ (البقرہ : ۲۷۸-۲۷۹)

مگر ہم سود ختم کرنے کو تیار نہیں۔ ہمارے حکمران سب سے بڑی کامیابی جس بات کو قرار دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ انہیں سودی قرضہ کی اگلی قسط مل گئی۔ حالانکہ آج ہمارے ملک میں جو بھی معاشی جبر ہے اسی وجہ سے ہے کہ ہم آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے چنگل میں پھنستے جا رہے ہیں۔ سودی نظام کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان حیوان بن جاتا ہے اور اسے سوائے اپنے پیٹ کی آگ بھرنے کے کچھ دھیان نہیں رہتا۔ دوسری طرف اس سودی نظام کی بدولت ایک طبقے کے پاس دولت جمع ہو رہی ہے۔ قیمتیں بڑھیں یا کم ہوں، کوئی بھوکا مرے یا خودکشی کرے، انہیں اس سے کوئی غرض نہیں۔

دنیا کے ماہرین معاشیات جانتے ہیں کہ جہاں سودی نظام ہو گا وہاں افراطِ زر (inflation) ہو گا۔ کوئی بڑے سے بڑا معاشی ماہر اس سودی نظام کے ہوتے ہوئے ملکی معیشت کی ترقی کا راستہ نہیں بنا سکتا لیکن ہم نے اس نظام کو مقدس گائے بنا رکھا ہے۔ چنانچہ جب آدمی اللہ کے حکم پر عمل کے بجائے ہٹ دھرمی دکھاتا ہے اور اللہ کے حکم سے روگردانی کرتا ہے تو سورۂ انفال کی آیت ۲۴ کی رو سے اللہ اس کے دل اور اپنے کلام کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ گویا اس سے توفیق سلب کر لی جاتی ہے اور اس پر اللہ کے کلام کا بھی کوئی اثر نہیں ہوتا۔ آیت ۲۵ میں ایسے لوگوں کو اس فتنے سے ڈرایا گیا ہے جو ان کی نافرمانی کی پاداش میں ان پر واقع ہو سکتا ہے۔ اور انہیں خبردار کیا گیا ہے کہ اللہ کا عذاب سخت تر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک نہ کہنے اور ۵۲ سال گزرنے کے باوجود قیام پاکستان کے وقت اللہ سے کیے گئے عہد سے روگردانی کی سزا میں سقوط مشرقی پاکستان کی صورت میں اہل پاکستان پر عذاب کا ایک کوڑا برس چکا ہے' لیکن اس کے باوجود ہم نے اللہ کی طرف رجوع نہ کیا۔ حال ہی میں ہماری بداعمالیوں کے باعث کارگل کے مسئلہ میں ہم پر ذلت و مسکنت کا عذاب مسلط کر دیا گیا ہے' لیکن ہم اب بھی سبق حاصل کرنے کو تیار نہیں۔

قیام پاکستان کے وقت مسلمانوں کی جو صورت حال تھی سورۂ انفال کی آیت ۲۶ میں ان حالات کا ایک نقشہ موجود ہے۔ فرمایا "یاد کرو جب تم اقلیت میں تھے اور تمہیں زمین میں دبا لیا گیا تھا اور تمہیں اندیشہ تھا کہ لوگ تمہیں اچک لیں گے۔" اس آیت کو قیام پاکستان کے پس منظر سے بڑی مناسبت ہے۔ انگریز نے چونکہ مسلمانوں سے اقتدار چھینا تھا لہٰذا اس کی پالیسی یہ تھی کہ ہندو کو آگے کیا جائے اور مسلمانوں کو دبایا جائے۔ اسی طرح مسلمانوں کو یہ اندیشہ تھا کہ اگر ہندوستان ایک وحدت کی صورت میں آزاد ہو گیا تو ہندو اپنی ایک ہزار سالہ غلامی کا مسلمانوں سے بدلہ لے گا۔ آج بی جے پی کی صورت میں ہندو کے انہی جذبات کا اظہار ہو رہا ہے۔ بھارت ماتا کے وجود کو مکمل کرنا اور بھارت کو مسلمانوں کے "ناپاک وجود" سے پاک کرنا اس جماعت کا مقصد ہے۔

آیت ۲۶ میں آگے فرمایا "اللہ نے تمہیں پناہ دی اور ایک ٹھکانہ عطا کیا اور تمہاری خاص مدد کی"۔

آیت کے اس حصے کے تناظر میں اگر دیکھیں تو مسلمانانِ برصغیر کو بھی پاکستان کی صورت میں ایک ٹھکانہ عطا کیا گیا' جس کا قیام اور برقرار رہنا صرف اللہ کی خصوصی مدد کا ظہور ہے۔ کیونکہ جب پاکستان بنا تو بھارتی حکومت کا خیال تھا کہ یہ چند سال سے زیادہ باقی نہیں رہ سکے گا اور یہ مجبور ہو کر بھارت میں مدغم ہو جائے گا' لیکن اللہ نے خصوصی مدد کی اور اسے قائم رکھا۔ آگے فرمایا "ہم نے تمہیں پاکیزہ رزق دیا"۔ یہ بات بھی سرزمین پاکستان پر پوری طرح منطبق ہوتی ہے کہ اللہ نے ہر طرح کے وسائل پاکستان کو عطا کئے۔

روزنامہ ٹائمز لندن نے قیام پاکستان کے وقت لکھا تھا کہ یہ جو دو ملک وجود میں آئے ہیں ان میں بھارت کا مستقبل مخدوش ہے اور پاکستان کا مستقبل انتہائی تابناک ہے۔ لیکن آج ۵۲ سال کے بعد نقشہ اس کے برعکس ہے۔ ہم نے غلط حکمت عملی سے پاکستان کو مسائلستان بنا دیا ہے جب کہ ہندوستان کی قیادت نے بھارت کو اپنے پیروں پر کھڑا کر دیا ہے۔ بقول شاعر ؎

ایک وہ ہیں جنہیں تصویر بنا آتی ہے
ایک ہیں ہم کہ لیا اپنی ہی صورت کو بگاڑ

یہ سب ہماری بداعمالیوں کی سزا ہے۔ ہمارا سب سے بڑا جرم دین سے بے وفائی اور عہد شکنی ہے جو قیام پاکستان کے وقت ہم نے اللہ سے کیا تھا کہ اگر ہمیں ایک آزاد مملکت عطا ہو جائے تو ہم وہاں اللہ کا دین قائم کریں گے۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہم وسائل اور نعمتوں کے شکر کے طور پر اس خطے میں اللہ کی اطاعت پر مبنی نظام قائم کرتے' مگر ہم نے صرف مال اور دنیا بنانے کو اپنا مقصودِ حیات بنا لیا ہے۔

آیت ۲۷ میں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت سے منع فرمایا گیا ہے۔ پاکستان بھی اللہ کی بہت بڑی امانت ہے۔ ہم نے اس کا حق ادا نہ کیا' اللہ کے دین کو ہم نافذ نہیں کر سکے' انگریز کا چھوڑا ہوا استحصالی نظام آج تک جاری ہے۔ یہ خیانت ہی تو ہے جو ہم نے اللہ اور رسول کے ساتھ کی۔

آیت ۲۸ میں فرمایا۔ "جان لو تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے آزمائش اور پرکھ کا ذریعہ ہیں۔ اور اللہ ہی کے پاس (اچھے اعمال کا) بڑا اجر ہے"۔ ہم مال اور اولاد کے امتحان میں بھی بری طرح ناکام ہو چکے ہیں' تاہم یہاں کامیابی کا نسخہ بھی بتایا گیا ہے کہ اگر کامیاب ہونا چاہتے ہو تو اللہ کی طرف رجوع کرو' اسی کے پاس اچھے اعمال کا اجر ہے۔

ان گزارشات کی روشنی میں ایک سوال جو ابھر کر سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ جشن آزادی تو ہم منا رہے ہیں لیکن کیا فی الواقع ہم آزاد ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم آزادی کی نعمت کو گنوا چکے ہیں۔ ہماری اقتصادی پالیسیاں اور بجٹ آئی ایم ایف یا ورلڈ بنک بناتے ہیں۔ عوام پر جو ٹیکس لگتے ہیں ان کے دباؤ پر لگتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہیوی مینڈیٹ اور عوام کا درد رکھنے والا وزیراعظم بھی ان کے سامنے بے بس ہے۔ سیاسی طور پر بھی ہم خود مختار نہیں۔ امریکہ کے حکم پر ہم نے بھارت کی تمام جائز و ناجائز شرائط کو تسلیم کر لیا اور بھارت کے سامنے کارگل کے محاذ پر بلاچون و چرا ہتھیار ڈال دیئے۔ اسی طرح ہماری سرزمین کو افغانستان کے مجاہدین کی قوت کچلنے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے اور اگر کوئی اس پر آواز بلند کرتا ہے تو دنیا بھر کے میڈیا میں اس کے خلاف ہنگامہ کھڑا کر دیا جاتا ہے۔ ان حالات میں ایسی قوم اور ایسے ملک کو آزاد کہنا یا سمجھنا مبالغہ آمیزی اور خود فریبی نہیں تو اور کیا ہے۔

بہرحال ہم اب بھی حقیقی آزادی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر ہم اللہ کے عطا کردہ اس خطہ زمین میں اللہ کے دین کو قائم و نافذ کر کے اللہ کے ساتھ اس قومی عہد شکنی کی تلافی کا سامان کریں جس کے ہم گزشتہ ۵۲ سالوں سے مرتکب ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

احباب نوٹ فرمالیں!

قرآن کالج آف آرٹس اینڈ سائنس

191۔ اتاترک بلاک 'نیو گارڈن ٹاؤن لاہور میں

داخلوں کا پہلا مرحلہ مکمل ہو جانے کے بعد اب دوسرے مرحلے کے لئے انٹرویوز 21/ اگست کو ہوں گے' داخلہ کے خواہشمند طلبہ انٹرویو میں براہ راست بھی شرکت کر سکتے ہیں۔

☆ ☆ ☆

قرآن کالج فار گرلز میں ایف اے سال اول میں

داخلے ابھی جاری ہیں۔ داخلہ کے دوسرے مرحلے کے لئے انٹرویوز 28/ اگست کو صبح 9 بجے پرنسپل آفس K-433' ماڈل ٹاؤن میں ہوں گے۔ ان شاء اللہ

اگر پاکستان نے بھارت کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرنا تھی تو نیوی کی بجائے فضائیہ کا تیز رفتار طیارہ بھیجتا

ایک فریق جب اپنے طے شدہ حقوق سے دستبرداری اختیار کرلیتا ہے تو فریق ثانی اس کے زندہ رہنے کے حق کو بھی چیلنج کردیتا ہے

بھارت کو پاکستان کی فضاؤں میں داخل ہوکر طیارہ گرانے کی جرأت اسلئے ہوئی کہ حکومت نے پسپائی کو بطور پالیسی اپنالیا ہے

مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ

۱۰/اگست یعنی گزشتہ منگل کو پاکستان کے ذرائع ابلاغ نے یہ خبر دی کہ بھارتی فضائیہ کے دو لڑاکا طیاروں نے پاکستان کی فضائی حدود میں داخل ہو کر پاکستان نیوی کا ایک غیر مسلح جہاز' جو تربیتی پرواز پر تھا' فضا سے فضا میں مار کرنے والے میزائل سے مار گرایا ہے۔ جبکہ بھارتی ذرائع ابلاغ نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ پاکستانی جہاز بھارتی فضائی حدود کی خلاف ورزی کر رہا تھا اور وہ غیر ضروری سرگرمیوں میں ملوث تھا لہٰذا اسے بھارتی طیاروں نے مار گرایا ہے۔ جہاں تک پاکستان کی طرف سے اٹھائے گئے ان نکات کا تعلق ہے کہ

۱) جہاز غیر مسلح تھا۔

۲) تربیتی پرواز پر تھا۔

۳) اپنے ملک کی فضائی حدود میں تھا۔

ان نکات کو درست ثابت کرنے کے لئے ثبوت کی ضرورت ہے جو یقیناً قابل بحث و تکرار ہوں گے' کوئی غیرجانبدار شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ پاکستانی شہری ہونے کی بنیاد پر حکومت پاکستان کے ان دعوؤں کو درست قرار دے رہے ہیں۔ لیکن اس حادثے میں بعض ایسی باتیں سامنے آئی ہیں جن کا جواب کسی غیرجانبدار جج بلکہ کسی حقیقت پسند بھارتی کے پاس بھی نہیں ہوگا' مثلاً

۱) اگر پاکستان کو بھارتی فضائی حدود کی خلاف ورزی کرنا تھی اور فوجی نوعیت کی کارروائیوں میں ملوث ہونا تھا تو اس نے اپنی فضائیہ کے تیز رفتار اور زیادہ اونچی اڑان والے طیارے کیوں نہ استعمال کئے۔

۲) جاسوسی کے لئے آج کل Pilot Less طیارے استعمال ہوتے ہیں' فرض کریں کہ پاکستان کے پاس Pilot Less طیارے نہیں ہیں پھر بھی ایک یا دو نہیں اکٹھے سولہ افراد دشمن ملک کی سرحدوں کے اندر ایک ہی جہاز میں بھر کر بھیجنے کی کیا تُک تھی؟

۳) نیوی کے افسران اور سیلرز Sailors بھارتی صحراؤں میں کیا ڈھونڈ رہے تھے؟

۴) جہاز جب گرایا گیا تو وہ صرف سات ہزار فٹ کی بلندی پر تھا' وہ شاید اس سے بلند پرواز ہی نہیں کر سکتا تھا۔

۵) پی ٹی وی جو فلم بار بار دکھا رہا ہے کہ پاکستانی علاقے میں بھارتی فوجی جہاز کے ملبے کا کچھ حصہ اٹھا کر بھاگ رہے ہیں۔ کیا وہ فلم جعلی ہے؟

۶) ۱۶ اپریل ۱۹۹۱ء کے معاہدے کے مطابق ایک مخصوص حد تک اگر ایک دوسرے کے جہاز فضائی حدود کی خلاف ورزی کریں گے تو انہیں مار نہیں گرایا جائے گا۔ اگر پاکستانی جہاز کا ملبہ (بقول بھارت کے) بھارتی علاقے میں گرا تو کیا پاکستان نیوی کا جہاز اس مقررہ حد سے بھی تجاوز کر چکا تھا جبکہ اس کا نوے فیصد ملبہ اب بھی پاکستانی علاقے میں گرا پڑا ہے۔

درج بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان نیوی کا جہاز بھارتی لڑاکا طیاروں نے پاکستان کے علاقہ میں گھس کر گرایا ہے۔ سوال یہ ہے کہ بھارت کو یہ جرأت کیسے حاصل ہوئی کہ وہ پاکستانی علاقے میں گھس کر ایسی اشتعال انگیز حرکات کر رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ امن پسند ہونا اور بزدلی کا مظاہرہ کرنا' جنگ سے اس درجہ گریز کرنا کہ پسپائی کو بطور پالیسی اختیار کرلینا اور ہر حال میں جھک جانے اور منت سماجت سے کام نکالنے کی کوشش کرنا ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جنگ اگرچہ بُری اور ناپسندیدہ شے ہے لیکن تاریخ کا مطالعہ غور سے کیجئے۔ آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اکثر و بیشتر جنگیں ایک فریق کی بزدلی اور کمزوری کے اظہار کی وجہ سے ہوئیں۔ یاد رہے کہ حکومت اعلانِ واشنگٹن کی مخالفت کرنے والوں کے بارے میں یہ تاثر دے رہی ہے کہ یہ لوگ جنونی ہیں اور جنگ کے خواہش مند ہیں۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ ان کا مطالبہ یہ ہے کہ اگر جنگ لڑنے کی صلاحیت' ہمت یا تیاری نہیں تھی تو کارگل میں چھیڑ چھاڑ کیوں کی گئی؟ کیوں نہ سوچا گیا کہ مکمل جنگ ہو سکتی ہے۔ پھر اگر میدان میں کود پڑے تھے تو پسپائی کیوں اختیار کی؟ کیا ہم باون سال سے کشمیر کو اپنی شہ رگ قرار نہیں دے رہے اور کیا ہم کشمیر پر بھارت کے قبضے کو ناجائز اور غاصبانہ قرار نہیں دیتے؟ ہوتا یہ ہے کہ جب ایک فریق پسپائی اور اپنے طے شدہ حقوق سے بھی دستبرداری کی پالیسی اختیار کرتا ہے تو فریق ثانی اس کے زندہ رہنے کو بھی چیلنج کر دیتا ہے۔ تب فریق اول جنگ پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہ ضرب المثل صد فی صد درست ہے "اگر امن چاہتے ہو تو جنگ کے لئے تیار رہو" اگر آپ زبان سے یہ کہتے رہیں گے کہ ہماری امن پسندی اور صلح جوئی کو ہماری کمزوری پر محمول نہ کیا جائے اور مسلسل پسپائی کو بطور پالیسی بھی اپنائے رکھیں گے تو آپ کے ساتھ وہی ہوگا جو بھارت آپ کے ساتھ کر رہا ہے۔ راقم یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ اگر موجودہ صورتحال میں بھارت پسپائی کی پالیسی اختیار کرتا تو آج پاکستان لامحالہ جارحانہ رویہ اختیار کرتا جیسے بھارت نے کیا ہوا ہے۔ بھارت کارگل کی چوٹیوں پر قبضے کو اسی طرح پی جاتا جس طرح ہم نے شملہ معاہدے کے بعد چوربٹلا اور قمر سیکٹر پر بھارتی قبضے کو نظرانداز کیا ہے اور کشمیری مجاہد اگلے سرما میں کئی اگلی چوکیوں پر کھلم کھلا قبضہ کر لیتے۔

اگر پاکستان اپنی فضائی حدود کی خلاف ورزی پر جو امریکہ نے افغانستان پر میزائل گراتے وقت کی تھی' کچھ نہ کرتا صرف سفارتی سطح پر ہی شور مچا کر آسمان سر پر اٹھالیتا تو آج امریکہ اسامہ کی گرفتاری کیلئے پشاور اور کوئٹہ میں کھلم کھلا کمانڈوز نہ اتار رہا ہوتا۔ جب دو فریق آمنے سامنے کھڑے ہوں تو جیسے ہی ایک فریق اپنا قدم پیچھے ہٹائے گا تو دوسرے فریق کا قدم آگے بڑھانا ایسا ہی فوری ردعمل ہے جیسے آپ کے جسم کے کسی حصے پر کھجلی ہوئی اور فوری

(باقی صفحہ ۵ پر)

حق مغفرت کرے عجب آزاد "محترمہ" تھیں

تحریر: مرزا ایوب بیگ

۱۴/ اگست ۱۹۴۷ء کو جنوبی ایشیا میں ایک بچی پیدا ہوئی۔ بچی اگرچہ میجر آپریشن سے پیدا ہوئی تھی اور بڑی نحیف اور کمزور سی تھی لیکن اس کا چہرہ بڑا روشن اور چمکتا ہوا تھا۔ خاندان کے بڑوں نے بڑے چاؤ سے نام آزادی رکھا۔ آزادی کا دیدار کرنے اور اس کی زیارت حاصل کرنے کے لئے مشرق کی طرف سے مہمانوں کا سیلاب اُمڈ آیا۔ بچی کے ورثاء اگرچہ غریب اور دنیوی وسائل سے محروم تھے لیکن بڑے حوصلہ مند اور پُرعزم تھے۔ وہ مہمانوں کی ان گنت تعداد سے نہ گھبرائے اور نہ ہی ماتھے پر بل پڑے۔ وہ انہیں جی آیاں نوں کہتے رہے اور جو ان سے بن پڑا مہمانوں کے لئے کرتے رہے۔ لیکن قسمت کا لکھا کون مٹا سکتا ہے۔ موت ایک ایسی واحد اٹل حقیقت ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا کافر بھی اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو جب آزادی ابھی بمشکل ۱۳ ماہ کی ننھی منی سی تھی، وہ ہمت کر کے اپنے پاؤں پر کھڑی تو ہو سکتی تھی لیکن ابھی اس نے چلنا بھی نہیں سیکھا تھا کہ وہ یتیم ہو گئی۔ کچھ لوگ بڑے جوش سے آگے بڑھے اور سینے پر ہاتھ مار کر کہنے لگے کہ ہم آزادی کو اپنی سرپرستی میں لیں گے۔ وہ مشرق کی طرف منہ کر کے مکے بھی لہراتے رہے، بچی بھی پوری طرح نہ سہی کچھ نہ کچھ مطمئن ہو گئی۔ آزادی جب ۴ سال کی ہوئی تو ایک مولوی صاحب اسلامیہ پرائمری سکول کا فارم لے آئے۔ اُس سکول کے فارم پر جلی حروف میں لکھا تھا "قرارداد مقاصد"۔ بچی کے ورثاء فارم لینے سے ہچکچائے تو مولوی صاحب غصے میں آگئے، کہنے لگے بچی کی پیدائش سے پہلے ہی یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ اسے اسلامیہ سکول میں داخل کرایا جائے گا۔ اگر تم نے یہ فارم نہ لیا تو میں دنیا بھر میں ڈھنڈورا پیٹوں گا کہ تم جھوٹے اور دغاباز ہو اور وعدے سے مکر گئے ہو۔ مولوی صاحب کو غصے میں دیکھ کر آزادی کے ورثاء نے ناک بھوں چڑھاتے ہوئے فارم پکڑ لیا۔ مولوی صاحب کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو سکول کے فارم کو کاغذوں کے بڑے سے ڈھیر کے نیچے دبا دیا۔ جونہی مولوی صاحب اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے تو آزادی کو سیٹو سینٹو سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ اب بچی امریکی بولتی اور امریکی سنتی تھی۔ P.L.480 کی گندم کھاتی تھی۔ امریکن ڈشیں اسے بہت مرغوب ہو گئیں۔ اعلیٰ رہائشی اور سفری سہولتیں میسر آگئیں۔ آزادی موٹی ہونا شروع ہو گئی! اس کے ورثاء اسے دیکھ کر پھولے نہیں سماتے تھے۔ کچھ احمقوں نے واویلا کرنا شروع کر دیا کہ آزادی بیماری سے پھول رہی ہے، اسے نشہ لگ گیا ہے، اس کا نشہ چھڑواؤ۔

۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو مشرق سے اس پر زبردست حملہ ہوا۔ اس کے ورثاء نے اس کے ذاتی محافظوں کو یقین دلایا ہوا تھا کہ "سب اچھا ہے" لہٰذا وہ بھی غافل سو رہے تھے۔ لیکن خدا شاہد ہے کہ اس کے محافظ دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ اپنی جانیں قربان کر دیں لیکن آزادی کو کوئی گزند نہ پہنچنے دی۔ دشمن کے قدم جہاں تک پہنچے تھے وہیں روک دیئے گئے۔ یہاں تک کہ دشمن امن امن پکارنے لگا۔ چودھریوں کے ڈیرے (U.N.O) سے سیزفائر کا حکم آ گیا۔ آزادی کے ورثاء چونکہ بڑے چودھری کا مال قرضے کے نام پر بٹور رہے تھے تو فوراً انہیں یاد آیا کہ قرآن حکم دیتا ہے کہ جب دشمن جنگ بند کر دے تو تم بھی جنگ سے باز رہو۔ ۱۹۷۱ء میں آزادی کے مشرقی بازو پر دشمن نے زوردار حملہ کیا۔ آزادی کے محافظ اس وقت اس کی سرپرستی کا رول بھی ادا کر رہے تھے لہٰذا اس کی حفاظت نہ ہو سکی اور اس کا نہ صرف ایک بازو بلکہ آدھا دھڑ دشمن نے کاٹ دیا۔ لنگڑی لولی آزادی کو ۱۹۷۳ء میں پھر بنانے سنوارنے کی کوشش کی گئی۔ اس کی سرجری کی گئی اور اسے ایک ضابطہ حیات دینے کی کوشش کی گئی۔ لیکن جس قسم کے منشیات کی وہ چند برسوں سے عادی ہو چکی تھی اس کا کوئی علاج نہ کیا گیا بلکہ اسے کھڑا رکھنے کے لئے مطلوبہ دوائی کی مقدار بڑھائی جاتی رہی جس سے وہ ہر وقت اونگھتی رہتی اور کسی قدر صاحب فراش ہو گئی۔ ۱۹۹۹ء کی دوسری سہ ماہی میں اس کے محافظوں نے اللہ جانے کیا سوچ کر اس کے دشمن کی گردن کو اٹھارہ ہزار فٹ کی بلندی پر جا کر دبوچ لیا۔ آزادی اپنے دشمن کی یہ حالت دیکھ کر اچھل کود کرنے لگی۔ اس کے چہرے کی سرخی واپس آ گئی۔ اب وہ بیمار نہیں لگ رہی تھی کہ اچانک ۳ جولائی ۱۹۹۹ء کو ہیوی مینڈیٹ دھڑام سے اس کے اوپر آگرا جس سے اس کی حالت ایک دم نازک ہو گئی۔ اس کا وارث اور سرپرست ہونے کا دعویدار اسے راتوں رات بلیر ہسپتال امریکہ ڈاکٹر کلنٹن کے پاس لے گیا۔ اسے یقین تھا کہ کلنٹن کی دوا سے مریضہ کی صحت بحال ہو جائے گی۔ باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر کلنٹن نے اسے زہر کا ٹیکہ لگا دیا اور اس بیچاری نے ۴ جولائی ۱۹۹۹ء کو اپنے معالج ڈاکٹر کلنٹن کے قدموں میں جان دے دی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس کا وارث پریشان ہو گیا کہ یہ کیا ہوا، میں واپس پاکستان کیسے جاؤں گا۔ ڈاکٹر کلنٹن نے اس شریف وارث ------ کو جھڑک کر کہا کہ اس میں پریشان ہونے والی کون سی بات ہے؟ اور اشارے سے کہا کان میرے قریب کرو، اے احمق! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جیالے ابھی تک نعرے لگاتے ہیں زندہ ہے بھٹو زندہ ہے۔ وہ ۴ اپریل نہیں ۵ جنوری مناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تو بھٹو کا کچھ باقی نہیں ہے۔ میں تمہیں ایک نصیحت کروں، تم اس کو دفن نہ کرنا میں آزادی کی ممی کو ایسا کیمیکل لگا دوں گا اور جب تم اسے لے جا کر اپنے ملک میں نصب کر دو گے تو یہ بالکل زندہ محسوس ہو گی۔ کسی کو خبر نہیں ہو گی کہ یہ مر چکی ہے۔ ایسا محسوس ہو گا کہ ابھی مسکرائے گی اور ابھی بات کرے گی۔ اور ہاں تم اس کی برسی نہ منانا بلکہ ۱۴/ اگست ۱۹۹۹ء کو جب حقیقت میں اس کا جہلم ہو گا اس روز زوردار طریقے سے اس کی سالگرہ منانا، تم زور زور سے نعرے لگوانا کہ زندہ ہے آزادی زندہ ہے۔ جرمنی کا گوبلز کوئی بے وقوف آدمی نہیں تھا، تم میں اس کو بھی مات دینے کی صلاحیت ہے۔ میں ہسپتال کا بل تمہیں چھوڑتا ہوں اور آنکھ مارتے ہوئے کہا اور کچھ اپنے پاس سے خیرات بھی کر دوں گا۔ سرخ و گلابی رخسار تمتمانے لگے۔ واپس آیا، لاہور ایئرپورٹ پر دور دور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ انتظامیہ سمجھ رہی تھی کہ جنازہ آ رہا ہے کوئی گڑبڑ نہ ہو جائے لیکن آنے والے نے زور سے نعرہ لگایا زندہ ہے آزادی زندہ ہے۔ درباریوں نے مبارک سلامت کی آوازیں لگانی شروع کر دیں لیکن وہ ایک دوسرے کو کہنی مار کر پوچھ رہے تھے کہ "وہ ہے کہاں"۔

بقیہ: تجزیہ

ردعمل کے طور پر آپ کا ہاتھ کھجلی والے حصے پر پہنچ گیا۔ ظاہر ہے آپ نے سوچا نہ کسی سے اجازت طلب کی۔

ہم اپنے حاکموں کی خدمت میں گذشتہ ہفتے والا جملہ پھر دہرائیں گے کہ پسپائی کی کوئی آخری حد نہیں ہوتی۔ Wolf and the Lamb والا قصہ ہر دور میں دہرایا جاتا رہا ہے۔ کل کلاں بھارت آپ سے یقیناً کہے گا کہ تمہارے بڑوں نے ہمیں گالیاں دی تھیں اور آپ کے جواب یا معذرت کا انتظار نہیں کرے گا۔ اللہ قرآن حکیم میں فرماتا ہے کہ کہہ دیجئے کہ ملک اللہ ہی کا ہے جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے پھر یہ این ڈکشٹ اور دوہرہ بھی آپ کیلئے کچھ نہیں کر سکیں گے۔

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا
روشن شرر تیشہ سے ہے خانہ فرہاد

اعلانِ واشنگٹن ۔ تباہ کن بحران کا پیش خیمہ

تحریر : طارق مجید ' کموڈور بحریہ (ر)

واشنگٹن میں صدر بل کلنٹن اور وزیر اعظم نواز شریف کے مابین ۴ جولائی کو بات چیت کے بعد جو مشترکہ اعلامیہ نشر ہوا ہے اس پر پاکستانی اور کشمیری ہر سمت سے سخت تنقید کر رہے ہیں۔ شکوے اور احتجاج کا اظہار جن الفاظ میں ہوا ہے ان میں سے چند یہ ہیں :

"حکومت نے جیتی ہوئی جنگ ہار دی۔"

"مسئلہ کشمیر دفن کر دیا۔"

"۱۹۷۱ء کے المیے کی یاد تازہ کر دی۔"

"اپنے اور کشمیریوں کے مفادات قربان کر دیئے گئے۔"

جس روز یہ حوصلہ شکن خبر آئی ایک اخبار نویس نے درد بھرے لہجے میں کہا۔ "جب سے یہ خبر سنی ہے کسی کام میں جی نہیں لگتا۔"

دراصل ملک کے بارے میں سوچنے والے لاکھوں پاکستانی اس وقت ایسی ہی کیفیت سے دوچار تھے۔

چند اخبار نویسوں نے پوچھا آپ کے فوری تاثرات کیا ہیں؟ اس خاکسار کا جواب تھا "ہماری جنگ بھارت سے ہو رہی ہے' کاری وار امریکہ نے کر دیا اور ہمارے اپنوں سے ہی کروایا!"

اعلانِ واشنگٹن اسلامی جمہوریہ پاکستان کے لئے نہایت سنگین بحران کا پیش خیمہ ہے۔ اسے وجود میں آنے سے روکنا چاہیئے تھا۔ یہ آچکا ہے تو اب اس تباہ کن بحران کو روکنا ہو گا جسے یہ جنم دینے والا ہے۔

اس کے متن پہ غور کیجئے' یہ انگریزی کے متن کا ہو بہو ترجمہ ہے :

☆ صدر کلنٹن اور وزیر اعظم نواز شریف اس خیال پر اتفاق کرتے ہیں کہ کشمیر کے خطہ کارگل میں حالیہ لڑائی خطرناک ہے اور ایک وسیع تر تصادم کے بیج رکھتی ہے۔ انہوں نے اس بات پر بھی اتفاق کیا کہ جنوبی ایشیا میں امن کے لئے ضروری ہے کہ دونوں فریق شملہ معاہدہ ۱۹۷۲ء کے مطابق لائن آف کنٹرول کا احترام کریں۔

☆ صدر اور وزیر اعظم نے اس بات پر اتفاق کیا کہ شملہ معاہدے کے مطابق لائن آف کنٹرول کی بحالی کے لئے ٹھوس اقدامات کئے جائیں گے۔ صدر نے اس بات پر زور دیا کہ ان اقدامات کے بعد جنگی کارروائیاں فوری طور پر بند کر دی جائیں۔

☆ صدر اور وزیر اعظم نے اس بات پر اتفاق کیا کہ بھارت اور پاکستان میں باہمی پھوٹ ڈالنے والے تمام معاملات' بشمول کشمیر کا تصفیہ کرنے کے لئے لاہور میں فروری میں شروع ہونے والے دو طرفہ مذاکرات بہترین فورم ہیں۔

☆ صدر نے کہا کہ جب لائن آف کنٹرول کا تقدس بحال ہو جائے تو وہ ان دو طرفہ کوششوں کو جلد دوبارہ شروع کرنے کی حوصلہ افزائی اور انہیں تیز کرنے میں ذاتی دلچسپی لیں گے۔

☆ صدر نے جنوبی ایشیا کا جلد دورہ کرنے کے اپنے ارادے کا اعادہ کیا۔

یہ ہزیمت کی دستاویز پاکستان کے قومی وقار اور سلامتی کے تقاضوں کو نہ صرف پامال کرتی ہے بلکہ بھارتی ظلم و ستم کا نشانہ بننے والے لاکھوں کشمیریوں کی تحریک آزادی پر پانی بھی پھیرتی ہے جبکہ دفتر خارجہ اسے اپنے لئے بہت بڑی سفارتی کامیابی قرار دے رہا ہے!

اسی دفتر کے ایک ترجمان نے کہا "تاریخ میں پہلی بار پاک' امریکہ یک نکاتی ایجنڈا مذاکرات کی بنیاد بنا۔" اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ ایک نکتہ کیا ہے۔ جس نے یہ تاریخ رقم کی ہے؟ لیکن اعلامیہ کو پڑھنے سے جو ایک نکتہ اجاگر ہوتا ہے وہ ایسا ہے جو ستم ظریفی کی نچلی ترین پستیوں کو چھونے والے دفتر خارجہ کے اس بیان کو ضرور تاریخی بنا دیتا ہے!

اعلامیہ کے پانچ حصے ہیں۔ پانچواں حصہ بے معنی ہے۔ باقی چار میں سے تین میں لائن آف کنٹرول کا خاص ذکر ہے۔ تمام متن کا خلاصہ یہ ہے کہ لائن آف کنٹرول کے پامال ہونے سے جنگ شروع ہوئی' اسے بحال کیا جائے تاکہ جنگ بند ہو اور مذاکرات شروع ہوں تو "یک نکاتی ایجنڈا" کیا ہے؟ لائن آف کنٹرول کی فوری بحالی۔

ذہن میں رکھئے بھارت کا اس اعلامیئے سے کوئی تعلق نہیں۔ بھارت اس کی کسی شق یا شرط کو تسلیم کرنے کا پابند نہیں۔ یہ سمجھوتہ امریکی صدر کلنٹن اور پاکستانی وزیر اعظم نواز شریف کے درمیان ہے۔ لیکن جس معاملے کے بارے میں ہے اس کا تعلق پاکستان سے ہے امریکہ سے بالکل نہیں۔ چنانچہ یہ ایک "یک طرفہ سمجھوتہ" ہے وزیر اعظم پاکستان کی طرف سے۔ اس اعلامیئے میں جن الزامات کی طرف اشارہ ہے اور جو شرائط عائد کی گئی ہیں ان کا اطلاق صرف پاکستان پر ہوتا ہے! حیرانگی و پریشانی اور غم و غصہ اپنی جگہ بجا ہے لیکن اس تلخ حقیقت سے منہ نہیں موڑا جا سکتا۔ چنانچہ اعلامیئے کے مطابق لائن آف کنٹرول کی پامالی' جس نے وسیع تر جنگ کا خطرہ پیدا کیا ہے' کی ذمہ داری کس پر آتی ہے؟ پاکستان پر۔ لائن آف کنٹرول کی بحالی کے لئے ٹھوس اقدامات کس نے کرنے ہیں؟ پاکستان نے۔ یہ ہے "یک نکاتی ایجنڈے" کی ماہیت۔ فوجی اور سیاسی جیت کو اچانک خود اپنے ہاتھوں سے پھینک کر شکست کو گلے لگا لینے کی ایسی مثال جو کہ کارگل کی جنگ کے معاملے میں وزیر اعظم نواز شریف کی حکومت نے پیش کی ہے' تاریخ میں نظر نہیں آتی۔

سمجھوتے میں جو باتیں ظاہر ہیں اس میں ان کے علاوہ بھی کچھ نہایت تشویشناک نکات مضمر ہیں۔ یہاں ان میں سے دو کی طرف صرف اشارہ ہی کیا جا سکتا ہے۔

اول' نہایت اہم قومی تقاضوں کے مقابلے میں حکومت پاکستان نے امریکی دباؤ کو برتری دینے کی جس روش کا مظاہرہ کیا ہے اسے امریکہ میں پاکستان اور اسلام دشمن طاقتیں وفاق پاکستان کی سیاسی اور جغرافیائی وحدت کو منہدم کرنے کے لئے بھی استعمال کر سکتی ہیں۔ ہم دباؤ قبول کرنے میں بہت نیچے تک گر چکے ہیں۔ ہمیں فوراً اٹھنا ہو گا ورنہ ملک ہاتھوں سے نکل جائے گا۔

دوم' جنگ کے ڈر کو اس یک طرفہ سمجھوتے کا سبب بنا کر ہماری حکومت نے پاکستانیوں' بھارتیوں اور باقی دنیا کو کیا تاثر دیا ہے؟ یہی کہ بھارتی ہندو تو جنگ سے نہیں ڈرتے' لیکن اللہ اور اس کے رسول سے رشتہ رکھنے والے پاکستانی جنگ سے سخت خوفزدہ ہیں! یہ حقیقت کے بالکل برعکس ہے' لیکن پاکستانیوں کو رسوا کرنے میں سمجھوتہ اپنا کام کر گیا ہے۔

۱۹۷۱ء میں بھی یہی ہوا۔ ہتھیار ڈالنا ہماری افواج کے افسروں اور جوانوں کی سرشت میں نہیں۔ لیکن سات جرنیلوں' ذوالفقار علی بھٹو اور وزارت خارجہ کے سیکرٹری نے مل کر بے خبر فوجیوں کو اچانک ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا! بھولے پاکستانیو! یاد کرو' اُس سازش میں بھی امریکہ بھارت کے ساتھ یک جان تھا اور جھوٹی دوستی سے پاکستان کو بہلائے ہوئے تھا۔

اس سمجھوتے کے ظاہری اثرات اور نتائج بھی ایسے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک سنگین صورت حال پیدا کرنے والا ہے۔ اس طرح بحرانوں کا ایک سلسلہ اٹھنے والا ہے۔ اگر سمجھوتے پر اس طرح عمل درآمد کیا گیا جیسے امریکہ اور

بھارت چاہتے ہیں تو یہ مجموعی طور پر تباہ کن صورت اختیار کرلے گا۔

خبریں آنے کے گھنٹوں کے اندر اندر اعلان واشنگٹن کا فوری اثر یہ ہوا کہ پاکستانیوں اور کشمیریوں کے بلند حوصلے یکلخت گر گئے۔ کارگل کی جنگ کے عوامل نے پاکستانی قوم میں خود بخود اتحاد پیدا کر دیا تھا۔ عوام' حکومت' فوج' مجاہدین حتیٰ کہ حزب مخالف کی جماعتیں بھی' سب اکٹھے ہو گئے تھے۔ اس اتحاد میں یکدم شگاف پڑ گئے۔ دوسری طرف بھارت میں جہاں حکومت' فوج اور عوام مایوسی میں جتلا ہو کر حوصلے ہارے بیٹھے تھے' اعلانِ واشنگٹن سے اُن میں اعتماد اور حوصلے کی لہر دوڑ گئی۔

اس اعلان میں ۱۹۷۲ء کے شملہ معاہدے کا خاص ذکر ہے۔ اس مردہ معاہدے میں جسے ہمیشہ کے لئے دفن کر دینا چاہئے تھا' نواز' واجپائی کے اعلانِ لاہور نے اُس میں نئی روح پھونک دی اور اب نواز' کلنٹن اعلان نے تو اسے آبِ حیات پلا کر بھارت کی حمایت میں سیدھا کھڑا کر دیا ہے اور مسئلہ کشمیر پر پاکستان کی پوزیشن خصوصاً انٹرنیشنل حلقوں میں مزید کمزور ہو گئی ہے۔ بھٹو نے اندرا گاندھی کے مطالبے پر شملہ معاہدہ سے اقوام متحدہ کی قراردادوں کے ذکر کو خارج کر دیا تھا۔ بلکہ اس معاہدے میں کشمیر کا ذکر ہی بالکل سرسری انداز میں آخر میں کیا گیا ہے۔ اور اس طرح کہ اس پر بات چیت دونوں ملکوں کے مابین ہو گی۔ چنانچہ حکومت کا پروپیگنڈا کہ اس نے مسئلہ کشمیر کو انٹرنیشنلائز کر دیا ہے' سچائی سے بہت دور ہے۔ حکومت تو خود اسے سمیٹ کے شملہ معاہدے میں لے آئی ہے۔

کارگل کی کامیابیوں نے مقبوضہ کشمیر میں پاکستان کے ساتھ الحاق کی تحریک کو زبردست تقویت دی تھی۔ اعلان واشنگٹن نے نہ صرف اسے یکدم زائل کر دیا ہے بلکہ کشمیریوں کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ الحاق کا خیال ہی چھوڑ دیں اور "تیسرا آپشن" اختیار کریں۔ یہ ان کا مستقبل تباہ کر دے گا اور پاکستان کے لئے بھی تباہی کا سامان بنے گا کیونکہ "خود مختار کشمیر" صرف ایک نعرہ ہے۔ اس کی آڑ میں اصل منصوبہ خطہ کشمیر بشمول آزاد کشمیر اور پاکستانی شمالی علاقہ جات کو اقوام متحدہ کی نگرانی میں لے کر پانچ خود مختار ریاستوں میں تقسیم کرنے کا ہے۔ اس پر بھارت اور امریکہ درپردہ متفق ہو چکے ہیں۔ چونکہ عام حالات میں یہ تباہ کن منصوبہ پاکستانی اور کشمیری عوام کو قبول نہیں ہو سکتا اس لئے چند مخصوص ٹولوں اور آلہ کاروں کی وساطت سے گہری چالوں کا وسیع کھیل کھیلا جا رہا ہے۔

کارگل میں یقینی شکست کے پنجے سے آزاد ہونے کے ساتھ ہی مظلوم کشمیریوں کے خلاف بھارتی فوج کی درندگی بہت بڑھ جائے گی۔ اور اگر اعلانِ واشنگٹن کے اگلے مرحلے کے مطابق پاکستان سے لائن آف کنٹرول کے پار افرادی اور دیگر امداد کی سپلائی بند کرا دی گئی تو کشمیریوں کا کیا حشر ہو گا؟ اور کیا پاکستانی قوم میں شور محشر نہیں اٹھے گا!

کارگل کی جنگ فیصلہ کن مرحلے پر پہنچ چکی تھی۔ بھارت اپنے ۶۰۰ فوجی ہلاک اور دو ہزار سے زیادہ زخمی کروا چکا تھا۔ اس کی سرینگر سے لداخ اور سیاچن کی سپلائی لائن بند تھی۔ اس کے پچاس ہزار فوجی اشیائے زندگی کی سپلائی کے لئے تڑپ رہے تھے۔ ان سے ہتھیار ڈلوائے جا سکتے تھے۔ عسکری تجزیہ تھا کہ وسط جولائی میں بھارت پاکستان کی شرائط پر سپلائی روٹ کی بحالی کے لئے ہاتھ پھیلائے گا۔ امریکی چال نے اچانک پانسہ پلٹ دیا۔ ایک بڑی سٹرینجک' فوجی اور سیاسی کامیابی جو پاکستان کی پہنچ میں تھی بھارت کو مل جائے گی۔ یہ سمجھوتہ بھارت کو جنگی جارحیت جاری رکھنے کی اجازت بھی دیتا ہے' جبکہ پاکستان کو فوجی پسپائی کے لئے پابند کرتا ہے۔ کیا سیاچن کا سپلائی روٹ امریکہ کے دباؤ کے تحت کھول دیا گیا ہے؟ اگر ایسا ہوا تو بھارت اور گرجے گا اور واشنگٹن سمجھوتے کے بل بوتے پر ایسے حالات پیدا کرنے کی پوری کوشش کرے گا کہ وہ مجاہدین سے ہتھیار ڈلوا سکے۔ حکومت نے ۸ جولائی سے مجاہدین پر دباؤ شروع کر دیا ہے کہ وہ کارگل اور دراس کی چوکیاں چھوڑ دیں۔ مجاہدین اس پہ تیار نہیں۔ امریکہ کا دباؤ حکومت پر رہو گا۔ حکومت مجاہدین پر کتنا دباؤ ڈال سکے گی؟ کیا ان کی سپلائی لائن بند کر دے گی؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب تو آنے والا وقت دے گا۔

تاہم اگر مکر و فریب کے حیلوں اور سپلائی کاٹنے کی دھمکیوں سے مجاہدین کو محاذ جنگ سے پسپائی پر آمادہ کر لیا گیا تو جہاد کے ساتھ ان کے لگاؤ پر سخت ضرب لگے گی! مغربی میڈیا مجاہدین کے خلوص اور نظریۂ جہاد کو دنیا بھر میں رسوا کرے گا۔

پاک فوج کا رویہ کیا ہو گا؟ یہ اہم ترین سوال ہے۔ کیا پاک فوجیوں اور مجاہدین سے خون و جان کی اتنی بڑی قربانی صرف اس لئے کروائی گئی کہ مسئلہ کشمیر کو شملہ معاہدے کے تحت طے کروانے میں کلنٹن کی ذاتی دلچسپی حاصل کی جائے؟ اگر فوج پسپائی پر تیار نہیں تو سمجھوتہ کیوں کیا گیا؟ اگر فوجی حکام سمجھوتے سے متفق ہوئے تو تمام نچلی سطحوں پر اضطراب' مایوسی اور حوصلہ شکنی کی برق گرے گی۔ اس سے جنگی جذبہ اور صلاحیت کتنی مجروح ہو گی؟ یہ قیاس سے باہر ہے۔ بھارت صرف اس ایک اعلامئے سے وہ کچھ حاصل کرلے گا جو وہ پاکستان سے جنگ کر کے کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔

اعلامئے کی تیاری ایک الگ داستان ہے۔ لیکن یہ راز کھل گیا ہے کہ "ڈپلومیسی کے ٹریک ٹو" پر چلنے والے اسپ خاص کو ۲۵ جون کو دہلی دوڑایا گیا کہ وہ اعلامئے کی ایڈوانس کاپی واجپائی کو دکھا دے۔ یہ تو زمینی منصوبے ہیں۔ آسمانی منصوبہ کیا ہے؟ بالآخر عمل اسی پر ہو گا۔ ہم اللہ تعالیٰ کے امر کو پاکستان کے حق میں لا سکتے ہیں۔ بس ہماری طرف سے اپیل ذرا پُر خلوص اور پُر زور ہونی چاہیئے۔

بحضورِ ختمی مرتبتؐ

——— حافظ لدھیانوی ———

لبوں پر ہے مدینے کا ترانہ — مرا اندازِ مدحت ہے یگانہ
عجب دیکھا ہے رنگ بے نیازی — فقیروں میں ہے شانِ خسروانہ
دعائے نیم شب' آہِ سحر میں — نظر آتا ہے جذبِ عاشقانہ
ہیں آیاتِ الٰہی میرے لب پر — کرم سرکار کا ہے بیکرانہ
ہر اک لمحہ بدلتی ہیں فضائیں — ہر اک نقشِ مدینہ ہے سہانا
جو باعث ہو نجاتِ اُخروی کا — کوئی رحمت کو مل جائے بہانہ
دعائیں اشکِ غم میں ڈھل گئی ہیں — مرا حسنِ طلب ہے والہانہ
حرم کا نور ہے میری نظر میں — نظر میں ہے حضوری کا زمانہ
ہے توصیفِ پیمبر لب پہ حافظ
ثنا میں کب ہے رنگِ شاعرانہ

اندلس کی تاریک رات جس کی کبھی صبح نہ ہوئی

نسیم حجازی کی کتاب "اندھیری رات کے مسافر" سے اقتباس

زندہ قومیں اپنے مستقبل کی راہیں متعین کرنے کے لئے ماضی کی تاریخ سے رہنمائی حاصل کرتی ہیں۔ زیر نظر اقتباس اگرچہ سپین (اندلس) میں مسلمانوں کے اقتدار کا سورج ڈوبنے سے پہلے کا منظر پیش کرتا ہے مگر اس تحریر میں "اعلانِ واشنگٹن" اور "اعلان لاہور" کے پس منظر میں ہمارے لئے بھی عبرت کا سامان موجود ہے۔

انتخاب : حافظ محبوب احمد خان

البسین کی مسجد میں حامد بن زہرہ کی آواز گونج رہی تھی :

"فرزندان قوم! اگر تمہیں خوابِ غفلت سے بیدار کرنے یا اس قبرستان کا سناٹا توڑنے کے لیے میری چیخوں کی ضرورت ہے تو میں یہ آخری فریضہ ادا کرنے کی پوری پوری کوشش کروں گا۔ تمہاری آزادی کے بجھتے ہوئے چراغوں کو آج خون کی ضرورت ہے لیکن ایک بوڑھا اور کمزور آدمی تمہیں آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں دے سکتا اور ایک تنہا فرد کے آنسو ایک قوم کے اجتماعی گناہوں کا کفارہ نہیں ہو سکتے ـــ اس دنیا میں کئی سیاسی غلطیوں کی تلافی ممکن ہے۔ ہاری ہوئی جنگیں دوبارہ لڑی اور جیتی جا سکتی ہیں۔ شکستہ قلعے دوبارہ تعمیر ہو سکتے ہیں۔ تاریک راتوں میں بھٹکے ہوئے قافلے صبح کی روشنی میں اپنا راستہ تلاش کر سکتے ہیں لیکن ایک اجتماعی گناہ ایسا بھی ہے جس کیلئے کوئی کفارہ کافی نہیں ہوتا اور بھٹکے ہوئے قافلوں کیلئے ایک رات ایسی بھی آتی ہے جس کیلئے کوئی صبح نہیں ہوتی۔

اہل غرناطہ! میں تمہیں اس آخری گناہ سے روکنا چاہتا ہوں جس کے بعد قوموں کیلئے رحم اور بخشش کے دروازے بند ہو جاتے ہیں ـــ میں تمہیں اس تاریک رات کی ہولناکیوں سے خبردار کرنا چاہتا ہوں جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔

ایک قوم کا آخری گناہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ظلم کے خلاف لڑنے کے حق سے دست بردار ہو جاتی ہے اور بد قسمتی سے تمہارے اکابر اس گناہ کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ انہوں نے تم پر اللہ کی رحمت کے سارے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دئے ہیں۔ انہوں نے مستقبل کی تمام امیدوں کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ انہوں نے وہ ذہنی اور اخلاقی حصار توڑ دیئے ہیں جو مظلوم اور بے بس انسانوں کیلئے آخری جائے پناہ کا کام دیتے ہیں۔

اگر اس گناہ کی سزا تمہاری موجودہ نسل تک محدود رہ سکتی تو مجھے اس قدر اضطراب نہ ہوتا لیکن تمہارے حکمرانوں نے وہ سارے چراغ بجھا دیئے ہیں جو تمہاری آئندہ نسلوں کو سلامتی کا راستہ دکھا سکتے تھے ـــ یاد رکھو! جب وہ غرناطہ کا مستقبل، تمہاری آزادی اور بقا دشمنوں کو سونپ دیں گے تو تمہارے آلام و مصائب کی نہ ختم ہونے والی رات شروع ہو جائے گی ـــ میری روح اس رات کے اندھیروں کے تصور سے کانپ اٹھتی ہے۔

دوستو! مجھے اس معاہدے پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں جسے تم مستقبل کے امن اور خوشحالی کا ضامن سمجھتے ہو۔ یہ اس عفریت کے چہرے کا حسین نقاب ہے جس کے خون آشام ہاتھ تمہاری شاہ رگ تک پہنچ چکے ہیں ـــ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم بھیڑیں بن کر بھیڑیوں کی ہمسائیگی اور سرپرستی میں زندہ رہ سکتے ہو تو مجھے تم سے ہمکلام ہونے کی ضرورت نہیں لیکن اگر انسانیت کے ماضی سے کوئی سبق سیکھ سکو تو میں بار بار یہ کہوں گا کہ تم اس جہنم کے دروازے پر دستک دے رہے ہو جو گمراہی اور ذلت کے راستے کی آخری منزل ہے۔ مجھے صرف اس بات کا اندیشہ ہے کہ تم اس جہنم کی آگ میں بھسم ہو جاؤ گے بلکہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری آئندہ نسلیں بھی برسوں اور شاید صدیوں تک اس جہنم کا ایندھن بنتی رہیں گی۔

تم صرف زندہ رہنے کے لیے دشمن کی غلامی اختیار کرنے پر آمادہ ہو لیکن تمہارے بیٹے اور پوتے غلامی کی زنجیروں کو اپنے ہاتھوں کا زیور سمجھنے کے بعد بھی اپنے آقاؤں سے زندہ رہنے کا حق نہیں منوا سکیں گے ـــ مجھے صرف یہ اندیشہ نہیں کہ تمہیں ایک بدترین غلامی اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے گا بلکہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں اپنی روح اور بدن کی ساری آزادیوں سے دست بردار ہونے کے بعد بھی زندہ رہنے کا حق دار نہیں سمجھا جائے گا۔

تم قسطلہ اور ارغون کے سپاہیوں کی وحشت اور بربریت دیکھ چکے ہو لیکن ابھی تم نے کلیسا کے پادریوں کی سفاکی نہیں دیکھی۔ تم نے محکمۂ احتساب کے وہ اذیت خانے نہیں دیکھے جہاں آہنی شکنجوں میں جکڑے ہوئے انسان ناکردہ گناہوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ تم نے آگ کی چتا میں بھسم ہونے والوں کی چیخیں نہیں سنیں لیکن میں یہ سب کچھ دیکھ رہا ہوں"....

"میرے عزیزو! تمہارے نعرے انہیں راہ راست پر نہیں لا سکتے۔ وہ امن کی تلاش میں قبرستان کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔ ان کی جنگ اپنے اقتدار کے لیے تھی.... بعض مفتیان دین بھی جنہوں نے دین کے احکام کو اپنے بد طینت اور نااہل حکمرانوں کی خواہشات کے سانچوں میں ڈھالنا اپنا شیوہ بنالیا ہے، یہی سوچتے ہوں گے کہ زمانے کے نئے حالات احکام ربانی کی نئی تعبیروں کے متقاضی ہیں لیکن تمہاری جنگ اپنی آزادی اور بقا کی جنگ ہے۔ یہ وہ انسانی ذمہ داری ہے جس سے فرار کا ہر راستہ مکمل ہلاکت پر ختم ہوتا ہے۔

اگر تم انسانیت کے بلند مقاصد سے منہ پھیر لو۔ اگر تم اسلام سے منحرف ہو جاؤ تو صرف حیوانوں کی طرح زندہ رہنے کے لیے بھی تمہیں ان درندوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا جو تمہارا خون پینے، تمہارا گوشت نوچنے اور تماری ہڈیاں چبانے سے پہلے یہ اطمینان چاہتے ہیں کہ تم مکمل طور پر ان کے نرغے میں آ چکے ہو اور تمہارے اندر اپنی مدافعت کیلئے وہ حیوانی شعور بھی باقی نہیں رہا جو کمزور بکریوں کو بھی سینگ مارنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

غرناطہ اسلامیان اندلس کا آخری حصار ہے۔ یہ ان مجبور و مقہور انسانوں کیلئے بھی آخری سہارا ہے جو قرطبہ، بلنسیہ، اشبیلیہ، طلیلہ اور شمال کے دوسرے علاقوں میں صرف اس امید پر زندہ ہیں کہ یہاں سے کوئی مرد مجاہد نمودار ہو گا اور اس کے عزم و یقین کی روشنی سے غلامی کے اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ لیکن جب دشمن تمہارے اس آخری حصار پر بھی قبضہ کر لے گا تو اندلس کے طول و عرض میں ان لاکھوں انسانوں کیلئے کوئی جائے پناہ نہیں ہو گی۔

تمہیں اس بات سے خوش نہیں ہونا چاہیے کہ معاہدے کی شرائط بہت نرم ہیں اور آزادی کا سودا کرنے کے بعد تم اپنے عالیشان مکانات، اپنی دولت، اپنے باغات اور اپنے کھیت بچا سکو گے۔ یاد رکھو! جب دشمن کو یہ اطمینان ہو جائے گا کہ تمہاری طاقت اور توانائی کے تمام سوتے خشک ہو چکے ہیں، تمہاری امیدوں کے سارے چراغ بجھ چکے ہیں اور تمہاری روح کسی ظلم کے خلاف بغاوت نہیں کر سکتی تو اس عفریت کو اپنا خونخوار چہرہ مکر و ریا کے لبادوں میں چھپانے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

پھر تم وحشت و بربریت کا وہ سیلاب دیکھو گے جو روئے زمین کی کسی قوم نے آج تک نہیں دیکھا۔ اس معاہدے کے خوب صورت الفاظ کے معنی بدل جائیں گے۔ اس وقت تم یہ محسوس کرو گے کہ ظلم و وحشت کی

آگ کے انگاروں کو امن کے پھول سمجھ کر تم نے اپنی جھولیاں بھرلی تھیں۔

مجھے صرف یہی خدشہ نہیں کہ تمہاری درس گاہیں بند کردی جائیں گی۔ تمہارے کتب خانے جلادیئے جائیں گے اور تمہاری مساجد گرجوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔ بلکہ میں تو یہ دیکھ رہاہوں کہ تمہیں ہلاکت اور تباہی کے راستے کی ہر نئی منزل پچھلی منازل سے بہت زیادہ تاریک نظر آئے گی۔

پھر مستقبل کے مؤرخ تمہارے اجڑے ہوئے شہروں کے کھنڈرات دیکھ کر یہ کہا کریں گے۔۔یہ ویرانے اس بدنصیب قوم کی یادگار ہیں جس نے آسمان کی بلندیوں سے ہمکنار ہونے کے بعد ذلت اور پستی کا راستہ اختیار کیا تھا۔ یہ اس قافلے کی آخری منزل ہے جس کے رہنماؤں نے اپنی آنکھوں پر پٹیاں باندھ لی تھیں۔ یہ اس قوم کا قبرستان ہے جس نے اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ لیا تھا"۔

COMBINATION IN CONTRAST

(منو بھائی کے کالم "گریبان" سے اقتباس)

ہمارے ہر حکمران میں اس سے پہلے کے حکمران کی کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی ہے جو "نتھا سنگھ اینڈ پریم سنگھ" کو "ون اینڈ دی سیم تھنگ" بناتی ہے۔ تاریخ کا وافر علم رکھنے والے ہمارے ایک دوست کا کہنا ہے کہ ہمارے موجودہ سیاستدانوں میں بھی سابقہ سیاستدانوں کی خوبیاں اور خامیاں پائی جاتی ہیں۔ اس طرح ہمارے حکمرانوں —— سابقہ اور موجودہ حکمرانوں —— میں ایک سے زیادہ مشاہیر زمانہ کی خوبیاں اور خامیاں پائی جاتی ہیں جو بعض اوقات "اجتماع ضدین" بھی بن جاتی ہیں اور آپس میں لڑتی رہتی ہیں' کبھی ایک جیت جاتی ہے اور کبھی دوسری اور آخر میں دونوں ہی وفات پاجاتی ہیں۔

مثال کے طور پر جنرل محمد ضیاء الحق میں بیک وقت محمد بن قاسم کا جذبہ جہاد اور ان کو قتل کروانے والے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کا جذبہ انتقام پایا جاتا تھا۔ اسی طرح سابق صدر غلام اسحاق خاں کی ذات میں جولیس سیزر اور بروٹس دونوں کی خوبیاں اور خامیاں "اجتماع ضدین" بن گئی تھیں اور سابق صدر محمد فاروق خان لغاری میں بیک وقت ٹیپو سلطان اور لارڈ کلائیو موجود تھے۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم میں کارل مارکس اور نپولین دونوں پائے جاتے تھے اور ان دونوں کی آپس میں آخر تک نہیں بن پائی جس کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

محترمہ بے نظیر بھٹو میں بھی ملکہ شیبا اور ارجنٹائن کی ایویٹا پیرون دونوں پائی جاتی ہیں۔ ایویٹا پیرون وہ خاتون ہیں کہ جنہوں نے اپنے ملک میں زرعی اور صنعتی ترقی کی اصلاحات سے لے کر بچوں کو پولیو کے ٹیکے پلانے اور آیوڈین ملا نمک کھلانے تک بے شمار اصلاحات کیں اور اس کے باوجود اپنے لوگوں کا ایک بنیادی مسئلہ بھی حل نہ کرسکیں۔ محترمہ بے نظیر بھٹو کے اندر بھی اگر ملکہ شیبا نہ ہوتیں تو انہیں بے شمار عزت اور بے پناہ احترام نصیب ہوتا۔

میاں شہباز شریف کے اندر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر بھی موجود ہیں اور شہزادہ دار شکوہ بھی پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح میاں نواز شریف کے اندر ملائشیا کے مہاتیر محمد اور انور ابراہیم دونوں موجود ہیں۔ پیر پگاڑہ کے بارے میں پوچھا تو پتہ چلا کہ ان میں اکبر اعظم اور ملا دوپیازہ دونوں پائے جاتے ہیں جبکہ عمران خان کے اندر چنگیز خان اور محمد شاہ رنگیلا دونوں باہم دست و گریبان ہیں۔ ایئر مارشل اصغر خاں میں ڈان کہوٹے اور ماسٹر تارا سنگھ' نواب زادہ نصراللہ خان میں میکاولی اور بہادر شاہ ظفر اور الطاف حسین میں رابن ہڈ اور مسولینی دونوں موجود ہیں۔

خبر نامہ اسلامی امارت افغانستان

ضربِ مؤمن' ۱۹ تا ۲۵ اگست ۹۹ء

عالم اسلام ہمارے ساتھ تعاون کرے ○ امیر المومنین مُلا عمر

امیرالمومنین ملا محمد عمر مجاہد نے تمام مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں کے نام پیغام میں ایک مرتبہ پھر واضح کیا ہے کہ کچھ بھی ہو احکام الٰہیہ پر مبنی موقف سے انحراف نہیں کریں گے۔ امیرالمومنین نے مزید کہا کہ امریکہ کی ہمارے ساتھ دشمنی کی صرف اور صرف یہی وجہ ہے کہ ہم اللہ کے دین پر ڈٹ گئے ہیں' اقوام متحدہ یا دیگر ممالک کی مخالفت کا سبب بھی ان پر امریکی دباؤ ہے' اعلامئے میں کہا گیا ہے کہ ہم اس موقع پر مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ تعاون کریں اور ہمارے شانہ بشانہ کھڑے ہو جائیں۔ امیرالمومنین نے کہا کہ اگر کسی نے ساتھ نہ دیا تو بھی اللہ پر توکل کرتے ہوئے اسلامی مؤقف سے دستبردار نہیں ہوں گے۔

امیر المومنین کا مخالفت چھوڑنے والوں کیلئے عام معافی کا اعلان

امیرالمومنین ملا محمد عمر مجاہد نے پنج شیر' تخار اور بدخشاں کے رہنے والوں کے لئے عام معافی کا اعلان کیا ہے۔ انہوں نے باغیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "آپ سب کو معلوم ہے اسلامی امارت کا بنیادی مقصد افغانستان میں اسلامی شریعت کا نفاذ اور ملکی سطح پر امن و امان کا قیام ہے۔ الحمدللہ اب ہم اس مقصد کے حصول کے آخری مراحل میں ہیں۔ اس لئے ان تمام لوگوں سے جو ابھی تک اسلامی امارت کی مخالفت کرتے چلے آرہے ہیں تقاضا کرتے ہیں کہ اپنے دین اور ملک کے خلاف کھڑے نہ ہوں اور اپنا اسلحہ زمین پر رکھ دیں اگر وہ مخالفت سے دستبردار ہو جائیں تو میں ان کے لئے عام معافی کا اعلان کرتا ہوں۔ اس طرح ان کے جان و مال محفوظ ہوں گے۔ بصورت دیگر اسلامی امارت کی مخالفت شرعاً بغاوت تصور کی جاتی ہے اور یہ مخالفت ہمارے اندرونی و بیرونی دشمنوں کے مفاد میں ہے۔ یہ ہماری دینی اور قومی ذمہ داری ہے کہ بغاوت کرنے والوں سے شرعی احکام کی روشنی میں سلوک کرکے اپنے ملک اور ہم وطنوں کو ان کے شر سے نجات دلائیں۔ آپ کو سمجھنا چاہئے کہ مسعود' سیاف اور ربانی آپ کو ذاتی مفاد کے لئے استعمال کر رہے ہیں"۔

طالبان اسامہ کو ہمارے حوالے کردیں ورنہ جنگ کیلئے تیار ہو جائیں : امریکہ

امریکہ نے طالبان کو کھلے الفاظ میں دھمکی دی ہے کہ وہ سعودی نژاد عرب مجاہد شیخ اسامہ بن لادن کو اس کے حوالے کردیں ورنہ بھرپور جنگ کے لئے تیار رہیں۔ امریکی دھمکی پر اپنے ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے امارت اسلامی افغانستان کے مرکزی وزیر اطلاعات ملا میر متقی نے کہا کہ طالبان کسی کے ساتھ بھی ہرگز جنگ نہیں چاہتے۔ ہماری خواہش ہے کہ تمام مسائل مذاکرات کی میز پر بیٹھ کر حل کئے جائیں تاہم انہوں نے کہا کہ طالبان اسامہ کے معاملے میں کوئی سودے بازی قبول نہیں کریں گے اور نہ ہی اسامہ کو امریکہ کے حوالے کیا جائے گا۔

طالبان کا اہم دروں اور چوٹیوں پر قبضہ

طالبان افغانستان کے وسطی صوبہ کاپیسا میں کوتل سولانگ' کوہ صافی' نئی سڑک' باریک آب میں انتہائی اہمیت کی حامل تینوں پہاڑیوں سمیت بامیان کے ضلع غوربند کے نہایت بلندی پر واقع پہاڑی مورچوں پر موجود ہیں۔ دفاعی مبصرین کے مطابق اگرچہ محمود راقی' بگرام' چاریکار' جبل السراج' قرہ باغ اور کلکان کے بعض علاقے دوبارہ مسعود کے قبضے میں چلے گئے ہیں تاہم مسعود کے مقابل طالبان دفاعی اعتبار سے بلند اور اہم جگہوں پر قابض ہیں۔

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

امیر حلقہ پنجاب وسطی کا دورۂ بہاولنگر

راقم کافی عرصہ سے امیر حلقہ پنجاب وسطی جناب انجینئر مختار فاروقی کے دورۂ بہاولنگر کیلئے کوشاں تھا۔ اس سلسلے میں مرکز کو خط لکھا تو اجازت مل گئی۔ فاروقی صاحب کا فون آیا کہ وہ ۲۹ جولائی کو بہاولنگر آ رہے ہیں۔ گرمی خاصی تھی۔ ذہنی طور پر ابھی ہم اس کے لئے تیار نہیں تھے۔ بہرحال پروگرام طے ہو گیا۔ الحمد للہ فاروقی صاحب کا یہ دورہ فورٹ عباس' کچھی والا' ہارون آباد' منچن آباد' بہاولنگر شہر اور چشتیاں پر مشتمل تھا۔ دورہ کے دوران انہوں نے کم و بیش گیارہ سو افراد سے خطاب کیا۔ اگرچہ اس پروگرام کی تیاری کیلئے بہاولنگر کے ساتھیوں نے اشتہار چھپوائے تھے تاہم باقی تمام جگہوں پر سارا کام ذاتی رابطہ کے ذریعے ہی انجام پایا اور کامیاب بھی رہا۔ (رپورٹ : محمد منیر احمد)

اُسرہ بھکڑیوالی کی دعوتی سرگرمیاں

☆ اُسرہ بھکڑیوالی کے نقیب ڈاکٹر ظفر اللہ خان نے یکم جولائی تا ۳۱ جولائی اپنے کلینک پر ایک تفہیم دین کورس کا انتظام کیا جس میں تقریباً ۲۰ طلباء نے باقاعدگی سے شرکت کی۔ کورس کے اختتام پر یکم اگست کو امیر حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن جناب شاہد اسلم نے شرکاء میں اسناد تقسیم کی۔ شرکاء نے کہا کہ کورس بہت اچھا تھا جس میں دین کے صحیح فہم سے آگاہی ہوئی۔ ایسے پروگراموں کو بار بار ترتیب دینا چاہئے۔ اور ان میں زیادہ سے زیادہ لوگوں کو شرکت کرنی چاہئے۔

☆ اُسرہ بھکڑیوالی کے زیر انتظام ۳/اگست سے ایک ہفت روزہ تفہیم دین کورس کا انتظام و اہتمام کیا گیا۔ یہ پروگرام گاؤں کی ایک مسجد میں شروع کیا گیا۔ اس کے علاوہ اُسرہ بھکڑیوالی کے نقیب کے کلینک پر روزانہ صحیح ناظرہ قرآن پاک پڑھنے اور قرآن پاک کو سمجھنے کا پروگرام تقریباً ایک سال سے جاری ہے جس میں شریک طلبہ اب تک تین پارے مکمل کر چکے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ شرکاء کو تنظیم اسلامی کے مقاصد سے بھی آگاہ کیا جاتا ہے۔

تنظیم اسلامی میرپور (آزاد کشمیر) کا شب بسری پروگرام

۳۱ جولائی کو نماز مغرب کے بعد تنظیم اسلامی میرپور آزاد کشمیر کے زیر انتظام جبی دار السلام کے مقام پر ماہانہ شب بسری پروگرام کا انعقاد ہوا۔ نماز کے بعد امیر محترم کی تقریر بعنوان "عظمت قرآن" کا ویڈیو کیسٹ دکھایا گیا۔ آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد آیاتِ قرآنیہ و احادیث مبارکہ کی روشنی میں فرمایا کہ یہ وہ عظیم کتاب ہے جس کے اٹھانے سے پہاڑ عاجز تھے۔ اللہ نے اپنی نعمت و ہدایت عظیمہ کے اٹھانے کے لئے کائنات کے شاہکار انسان کا انتخاب کیا۔ سورۂ یونس میں قرآن کو دلوں کی بیماریوں کے لئے شفا اور رحمت و ہدایت خداوندی کا مظہر اتم قرار دیا ہے۔ اس قدر عظیم نعمت کا آج ہمیں احساس تک نہیں ہے۔ انگریزی پڑھنے اور سیکھنے پر اتنا زور دیا جاتا ہے جیسے کہ دنیا و آخرت کی کامیابی اس کے ساتھ وابستہ ہے آج ہم قرآن کی طرف توجہ نہ دے کر ناقدری کر رہے ہیں۔

وقت کا تقاضا ہے کہ ہم قرآن کی تلاوت کریں' اسے سمجھ کر پڑھیں۔ دوسروں تک پہنچائیں۔ تب ہی نجات کی صورت ممکن ہو سکتی ہے۔ بعد نماز عشاء اور پروفیسر عبدالباسط صاحب نے نماز کا ترجمہ و تشریح بیان کیا۔ اس کے بعد راقم نے تنظیم اسلامی کیوں اور تنظیمی رفقاء کے مطلوبہ اوصاف بیان کئے۔ ساڑھے دس بجے دعا پر یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ نماز فجر کے بعد پروفیسر عبدالباسط صاحب نے سورۂ انفطار کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ آپ نے مذکورہ سورۃ کے حوالے سے انتہائی اختصار سے آخرت کی نقشہ کشی کی کہ جن لوگوں نے اپنی زندگی مقصد حیات سے غافل رہ کر فسق و فجور میں گزاری وہ برے انجام سے نہیں بچ سکیں گے۔ ہر انسان کو اس دن اپنے اعمال کی بنا پر جزاء و سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔ ہمیں چاہئے کہ قدرت کی عطا کردہ صحت اور اس کے دیئے ہوئے وقت و مال کو اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے کھپا دیں۔ زندگی ہمارے پاس ایک امانت ہے اس امانت کا تقاضا ہے کہ اسے آخرت کی ناتمام زندگی کے لئے صرف کریں کوئی پتہ نہیں یہ نعمت ہم سے کب چھن جائے۔

(رپورٹ : غلام سلطان)

یوم آزادی کے موقع پر شاہدرہ میں جلسہ عام

تنظیم اسلامی فیروزوالا حلقہ لاہور کے زیر اہتمام یوم آزادی کے حوالے سے "پاکستان کا مطلب کیا؟" کے موضوع پر اتوار ۱۵/اگست بعد نماز مغرب شاہدرہ میں ایک جلسۂ عام منعقد کیا گیا۔ جلسہ کے سٹیج سیکرٹری اقبال حسین صاحب تھے۔ قاری محمد اصغر نے تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز کیا۔ تلاوتِ کلام پاک کے بعد مولانا افتخار احمد نے کلام اقبال پیش کیا۔ جلسہ کی صدارت تنظیم اسلامی فیروزوالہ کے نائب ناظم نعیم اختر عدنان صاحب نے کی۔ تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے امیر جناب مرزا ایوب بیگ مہمان خصوصی تھے۔

جناب منیر احمد نے شرکائے جلسہ سے گفتگو کرتے

قرآن کالج میں یومِ آزادی کی تقریب

قرآن کالج میں بسلسلۂ یوم آزادی پاکستان مورخہ 14/اگست بروز ہفتہ ایک تقریب منعقد کی گئی۔ تقریب کی صدارت کالج کے پرنسپل جناب انجم الزمان صاحب نے کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض جناب نوید احمد عباسی نے انجام دیئے۔ اس پروگرام کے منتظم پروفیسر مسعود اقبال تھے۔ طلبہ کو آٹھ بجے ٹی وی پر پرچم کشائی کی تقریب اور وزیر اعظم جناب محمد نواز شریف کی تقریر دکھائی گئی۔ ساڑھے آٹھ بجے پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ ایف اے سال دوم کے طالب علم اسد مشتاق کیانی نے تلاوت کی سعادت حاصل کی۔ آئی کام کے طالب علم عمر فاروقی نے بارگاہ رسالتؐ میں ہدیہ نعت پیش کیا۔ بی اے سال دوم کے طالب علم فیاض رسول نے "آزادی ایک عظیم نعمت ہے" کے عنوان سے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آزاد قوم ہی اپنے نظریات اور تصور حیات کو زندہ رکھ سکتی ہے۔ لیکن افسوس کہ آج ایک آزاد ملک میں رہتے ہوئے بھی آزادی جیسی بڑی نعمت ہمیں حاصل نہیں ہے نہ ظاہری طور پر نہ معنوی طور پر۔ پاکستان میں وہی کچھ ہوتا ہے جس کا حکم آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی طرف سے دیا جاتا ہے کیا اسے آزادی کا نام دیا جا سکتا ہے؟

بعد ازاں یوم آزادی کے حوالے سے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا خطاب بذریعہ ویڈیو دکھایا گیا جس میں ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ آج ہماری ذلت اور رسوائی کا اصل سبب قیام پاکستان کے وقت اللہ سے کئے گئے عہد کی مسلسل خلاف ورزی اور قرآن سے دوری ہے۔ آج اگر ہم دنیا میں عزت اور سربلندی چاہتے ہیں تو ہمیں قرآن کی طرف رجوع کرنا ہو گا اور قرآن کو اپنا امام' ہادی اور رہنما بنانا ہو گا۔

آخر میں پرنسپل صاحب نے صدارتی کلمات ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ آج اگر ہم اپنے فرائض پوری تندہی' محنت اور خلوص سے بجالائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ ملک کرپشن' بدعنوانی اور ظلم و استحصال سے پاک نہ ہو۔ اسی صورت میں ہم قائد اعظم اور علامہ اقبال کا قرض اتار سکتے ہیں' جو اس ملک و قوم کی طرف سے ہمارے ذمے ہے۔ اس کے بعد تمام طلبہ و حاضرین کی چائے سے تواضع کی گئی۔ بعد ازاں نائب مدیر "ندائے خلافت" فرقان دانش خان صاحب نے اجتماعی دعا کرائی' جس پر یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ (رپورٹ : ذیشان دانش خان)

ہوئے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں امت محمدؐ میں پیدا کیا اور ایک عظیم مقصد کے لئے اس دنیا میں بھیجا۔ وہ عظیم مقصد یہ ہے کہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کیا جائے۔ جب کائنات اس کی ہے تو بات بھی اس کی چلنی چاہئے۔ جب مخلوق اس کی ہے تو حکم بھی اس کا مانا جائے۔ ہم نے ۵۲ برس پہلے جب یہ نعرہ بلند کیا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ۔ تو لوگوں نے سمجھا اب خلافت راشدہ کا دور آئے گا۔ مگر ہم نے اس وعدے سے وفا نہ کی اور آج ہم نے اللہ کے سامنے علم بغاوت بلند کر رکھا ہے۔ ہماری معیشت سود پر چل رہی ہے۔ ہمارا نظام کافرانہ ہے۔ اسی کوتاہی کی پاداش میں ۲۵ برس بعد عذاب کا کوڑا پڑا اور پاکستان دولخت ہو گیا لیکن اس کے برعکس جب ہم صحابہ کرامؓ کی تاریخ دیکھتے ہیں تو انہوں نے اس کلمے کو قائم کرنے کے لئے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا اور اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اس کلمے کو قائم کرنے کی جدوجہد کے لئے قبول فرمائے۔

مرزا ایوب بیگ صاحب نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے حکمران پہلے روز سے ہی گاڑی کو پٹڑی پر لانے کے لئے تیار نہ تھے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی جیسے مجاہدوں کی وجہ سے قومی اسمبلی نے "قرار داد مقاصد" پاس کی۔ لیکن ہم نے اس قرار داد مقاصد کو سرد خانے میں ڈال دیا اور ہم منزل سے دور ہوتے گئے اور ہمارا قبلہ بدل کر واشنگٹن منتقل ہو گیا۔ لیکن اس معاملے میں صرف حکمران طبقہ ہی قصور وار نہیں۔ عوام نے بھی اپنی منزل کے حصول کے لئے کوئی کوشش نہ کی۔ ان کی بھاگ دوڑ بھی دولت کے پیچھے رہی۔ لہٰذا آج ہماری آزادی مشکوک ہو چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کو یقین دلانے کے لئے کہ ہم آزاد ہیں' جشن آزادی کو میڈیا کے ذریعے بڑے جوش و خروش سے منانا پڑا۔ یہ صرف پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کے وعدے سے انحراف کی سزا ہے۔

ہمارے معاشرے میں دین کو نافذ کرنے کے لئے مختلف سمت میں کوششیں ہو رہی ہیں۔ محض تبلیغ کے ذریعے نظام بدلا جا سکتا تو مبلغ اعظم کو تلوار ہاتھ میں نہ لینا پڑتی۔ انتخابات کے ذریعے اسلام نافذ ہو سکتا تو دینی جماعتیں یوں ناکام نہ ہوتیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر کونسا طریقہ اختیار کیا جائے؟ اس کے لئے لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی لگا لیجئے اور منہاج محمدیؐ کی طرف رجوع کیجئے۔ جس طرح ہم دین کے دوسرے فرائض کی تفصیلات حضور اکرمؐ کی حیات طیبہ سے اخذ کرتے ہیں۔ بعینہ اقامت دین اور خلافت کا نظام قائم کرنے کے لئے ہمیں منہاج محمدیؐ کا انقلابی طریق کار اختیار کرنا ہو گا۔

انہوں نے نظام خلافت کے ثمرات بیان کرتے ہوئے بتایا کہ اس نظام کے آنے کے بعد جاگیرداری نظام کا خاتمہ ہو جائے گا۔ تمام شہریوں کو ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہوں گے۔ ایک مزدور کا بچہ بھی اچھے سکول میں تعلیم حاصل کر سکے گا۔

جناب نعیم اختر عدنان نے اپنے صدارتی کلمات میں کہا کہ آج باون سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی قیام پاکستان کا مقصد حاصل نہیں ہو سکا۔ کیا پاکستان اتنی قربانیوں کے بعد اس لئے حاصل کیا گیا تھا کہ جاگیردار اور سرمایہ دار مزے لوٹیں۔ انہوں نے کہا دین اسلام سے روگردانی کی ہمیں یہ سزا مل رہی ہے کہ ۲۸/مئی کو جو قوم یوم تکبیر مناتی ہے چند روز بعد اس کے وزیر اعظم کو واشنگٹن میں یوم تذلیل کا نعرہ بلند کرنا پڑتا ہے لہٰذا مسلمان جو اس دنیا کا شیر ہے۔ آج اُسے دنیا کا غلام بنا کر بکریوں کی صف میں کھڑا کر دیا گیا ہے۔ حضورؐ کی حدیث کے مطابق موجودہ دور میں مسلمانوں کی ذلت و رسوائی کا اصل سبب دنیا کی محبت اور موت کا خوف دلوں میں بیٹھ جاتا ہے۔ اگر ہم عزت کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اسلامی انقلاب کی طریق مصطفویؐ والی موٹر وے پر سفر اختیار کرنا ہو گا۔ آخر میں امیر تنظیم اسلامی لاہور شرقی ڈاکٹر عارف رشید صاحب نے اجتماعی دعا کروائی۔ (رپورٹ : ذیشان دانش خان)

تنظیمی اطلاعات

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے توسیعی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۲۱-۲۲ جولائی ۹۹ء میں مشورہ کے بعد جناب آذر بختیار خلجی کو نائب امیر حلقہ سرحد برائے اضلاع مردان' نوشہرہ' صوابی اور چارسدہ میں مقرر کیا ہے۔ موصوف ان اضلاع پر مشتمل علاقہ میں دعوتی و تنظیمی امور کی نگہداشت کے ذمہ دار ہوں گے اور امیر حلقہ سرحد میجر (ر) فتح محمد صاحب کی ہدایات کے مطابق کام کریں گے۔

☆ ☆ ☆

قائم مقام امیر تنظیم اسلامی پاکستان حافظ عاکف سعید صاحب نے مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ ۵ اگست میں مشورہ کے بعد ناظم حلقہ پنجاب شمالی کی سفارش کے مطابق ایبٹ آباد میں ایک نئی مقامی تنظیم "تنظیم اسلامی ایبٹ آباد" قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جناب ذوالفقار علی صاحب کو امیر تنظیم اسلامی ایبٹ آباد کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔

اسلام اور مسلمان

حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے بہت عمدہ بات کہی تھی۔ ملک کی تقسیم سے پہلے نظام الدینؒ دہلی میں حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب یہ دعا مانگو کہ اسلام کی حکومت ہو' یہ دعا مت مانگو کہ مسلمانوں کی حکومت ہو۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کی حکومت ہوگی تو اسلام پر وہ اپنا حکم چلائیں گے اور اسلام کی حکومت ہوگی تو اسلام اپنا حکم چلائے گا!

(ماہنامہ "اپنی باتیں" کراچی ماہ اگست سے ایک انتخاب)

نامے میرے نام

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب' السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ابھی آپ کی کتاب "منہج انقلاب نبویؐ" ختم کی ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے مجھے بے حد دینی فائدہ ہوا۔ خصوصاً اسلامی تاریخ کے دور اول کو سمجھنے میں بہت مدد ملی۔ غزوات نبویؐ سے متعلق جو اشکال تھے وہ بالکل رفع ہو گئے اور دل کو سکون نصیب ہوا۔ اللہ آپ کو اس اسلامی خدمت پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین یا رب العلمین۔

ہر آدمی کسی کتاب سے اپنی طبیعت کے مطابق اثر لیتا ہے۔ دین کے فہم کے ساتھ ساتھ میرا غالب تاثر اس کتاب سے ایک تاریخی کتاب کا ابھرا ہے۔

آپ کا جو لٹریچر بھی مجھے بھیجا گیا تھا وہ جوں جوں ختم ہو گا' میں آپ کو مطلع کرتا رہوں گا۔ میثاق' حکمت قرآن اور Quranic Horizons میرے زیر مطالعہ رہتے ہیں۔ ماشاء اللہ بہت معیاری اور معلومات افزاء ہیں۔ مجھے بے حد فائدہ اور سکون پہنچاتے ہیں۔ والسلام

غلام محی الدین خاں
106 گلشن بلاک علامہ اقبال ٹاؤن' لاہور
فون : 5418641

ضرورت رشتہ

۱) سید فیملی کی ۲۶ سالہ دوشیزہ' تعلیم بی اے کے لئے سید' صدیقی' فاروقی' ہاشمی مذہبی خاندان سے رشتہ درکار ہے۔

۲) وٹو فیملی کی ۲۶ سالہ دوشیزہ' تعلیم بی اے' کے لئے زمیندار گھرانہ (جٹ' وڑائچ یا چیمہ خاندان) سے رشتہ درکار ہے۔

رابطہ : سید افتخار احمد 36۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : 5869501-03 (صبح نو بجے سے 12 بجے تک)

ذرا سوچئے!

محترم قارئین! ہم آپ کی توجہ ایک نہایت اہم مسئلہ کی جانب مبذول کروانا چاہتے ہیں۔ اور وہ مسئلہ ہے قرآنی آیات کا جابجا گندگی کے ڈھیروں پر نظر آنا جو کہ اخبارات و رسائل اور میگزین سے منسلک ہوتے ہیں۔

ذرا سوچئے! اگر آپ کا نام لکھ کر آپ کے سامنے کوئی شخص اپنے پاؤں تلے داب دے تو آپ کی کیا حالت ہو گی۔

ہمیں یقین ہے کہ ہمارے قارئین نہ صرف خود قرآنی آیات' احادیث اور دیگر دینی مضامین کے حرمت و تقدس کا پورا پورا خیال رکھیں گے بلکہ اپنے ملنے جلنے والوں کو بھی اس اہم مسئلے کی طرف متوجہ فرما کر' اس کی اہمیت کو اجاگر کریں گے۔ شکریہ (ادارہ)

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر: 127
جلد 8 شمارہ 32
سالانہ زرتعاون -/175 روپے

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ لاہور
مقام اشاعت: 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 5869501-03

معاونین ادارت:
○ فرقان دانش خان ○ مرزا ایوب بیگ
○ نعیم اختر عدنان ○ سردار اعوان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

جوامع الکلم

چغل خوری اور دل کا بغض

فرمانِ رسولؐ کی روشنی میں

انتخاب: فرقان دانش خان

((عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَايَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ))

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا' فرماتے تھے کہ چغل خور جنت میں داخل نہیں ہو گا۔"

(مشکوۃ شریف "کتاب الاداب' باب حفظ اللسان الفصل الاول)

"قتات" چغل خور کو کہتے ہیں۔ چغل خور کی عادت ہوتی ہے کہ چھپ چھپ کر لوگوں کی باتیں سنتا ہے اور اگر وہ کسی کی بابت کچھ کہہ رہے ہوں تو وہ اس تک پہنچا دیتا ہے اور اکثر اپنی طرف سے نمک مرچ بھی لگا دیتا ہے تاکہ وہ مشتعل ہو جائے اور دونوں کی آپس میں ٹھن جائے۔ یہ لوگ ایک دوسرے تک پہنچانے میں کچھ خاص مزہ محسوس کرتے ہیں اور چاہے ان کا اپنا بھی اس میں کچھ فائدہ نہ ہو پھر بھی اِدھر کی اُدھر خبریں اڑاتے پھرتے ہیں اور یہ بُری عادت اکثر بے کار لوگوں میں پڑ جاتی ہے۔ وہ اسی کی ٹوہ لیتے رہتے ہیں کہ کوئی کیا کر رہا ہے اور جھٹ ایک کی بات دوسرے کے کان میں پرو دیتے ہیں۔

اس حدیث میں ایسے لوگوں کی بُرائی کی گئی ہے۔ ارشاد ہے کہ ایسے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے کیونکہ یہ اپنی چغل خوری کی عادت سے لوگوں کے درمیان اختلاف اور دشمنی پیدا کرنے کا سبب ہوتے ہیں اور دُنیا کے امن و امان میں خلل ڈالنے کا باعث ہوتے ہیں۔ اس لئے مرنے کے بعد خود ان کو امن و امان نصیب نہ ہو گا۔ جنت تو امن و امان کی جگہ ہے۔ وہاں ایسے لوگوں کا گزر ہے کہاں جو دُنیا میں فساد کا بیج بوتے رہتے ہیں اور انہیں اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک کہ وہ آپس میں ایک کو دوسرے سے لڑتا ہوا نہ دیکھ لیں۔ اسلام کو تو چغل خوری کی خصلت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ یہ دُنیا میں امن و امان کا حامی ہے تاکہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے جنگ و جدل کرنے کے بجائے خود اپنی اندرونی کش مکش دور کرنے کی کوشش میں مشغول ہوں اور اپنی خواہشوں کو اچھی خواہشوں پر غالب نہ آنے دیں۔ کبھی نہ کبھی ہر انسان کے منہ سے ایسی بات نکل جاتی ہے جو دوسرے کو ناگوار ہو سکتی ہے۔ ایسی باتوں کا دوسروں تک پہنچانا خرابی کا سبب ہو جاتا ہے۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ بات بُری نیت سے نہیں کہی جاتی۔ بلکہ اس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ بُری عادت والے کی طرف سے لوگ چوکنا ہیں اور اس کی زد میں نہ آئیں۔ اپنے ماحول کے لحاظ سے یہ بات زیادہ نامناسب نہیں ہوتی لیکن اگر کوئی اسی کو اس دوسرے تک اس کے سلسلہ سخن سے علیحدہ کر کے پہنچا دے تو اس کو کسی حد تک ناگوار ہو سکتی ہے اس لئے خیریت اسی میں ہے کہ کسی کی بات کسی تک نہ پہنچائی جائے۔ صرف وہی باتیں دوسروں تک جائیں جن میں ان کے لئے کوئی نصیحت ہو اور جو ان کے اخلاق کی درستی میں مددگار ہوں۔ ایسی بات کوئی نہ کہی جائے جس سے کسی کے مزاج کے برہم ہونے کا اندیشہ اور آپس میں دشمنی کا احتمال ہو۔

دل کا بغض

((عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰه ﷺ لَايُبَلِّغُنِيْ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِيْ عَنْ اَحَدٍ شَيْئًا فَاِنِّيْ اُحِبُّ اَنْ اَخْرُجَ اِلَيْكُمْ وَاَنَا سَلِيْمُ الصَّدْرِ))

"حضرت ابن مسعود سے روایت ہے' کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میرے پاس بیٹھنے والوں کو چاہئے کہ مجھ سے کسی کی بابت کچھ نہ کہا کریں۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جب تم سے ملنے کے لئے گھر سے نکلوں تو میرا سینہ صاف ہو۔"

(مشکوۃ شریف "کتاب الآداب' باب حفظ اللسان الفصل الثانی)

اجتماعی زندگی کو کامیاب بنانے اور اس کو پاک صاف رکھنے کی اس سے زیادہ اور کوئی تدبیر نہیں کہ لوگوں کی برائیاں نہ خود کرے اور نہ دوسروں کو کرنے دے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ہر شخص جس سے ملے گا صاف دل سے ملے گا۔ میل جول میں سب سے بڑی مصیبت یہی ہے کہ لوگ دھڑلے سے دوسروں کی برائیاں کرتے پھرتے ہیں اور اس کی ایسی بُری عادت پڑ جاتی ہے کہ پھر اور کوئی کام کی بات کرنی نصیب نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر شخص کی طرف سے دل میں طرح طرح کے شبہات پیدا ہو جاتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں رہتا۔ ہر ایک کی طرف سے دل خراب ہو جاتا ہے اور ملنے میں نفاق برتنا پڑتا ہے۔ آج کل آپ دیکھ رہے ہیں ہم لوگوں کی کیا حالت ہے۔ کوئی شخص کسی کی تعریف سننا گوارا نہیں کرتا۔ چھوٹتے ہی منہ سے یہ نکلتا ہے کہ میاں بس رہنے دو۔ لوگوں کی تو سنو وہ اس کی بابت کیا کہتے ہیں۔ لوگ بس دیکھنے میں اچھے معلوم ہوتے ہیں اندر جانے کیا کیا بھرا پڑا ہے۔ بس زیادہ منہ نہ کھلواؤ۔

تماشا یہ ہے کہ ہر شخص دوسرے کی طرف سے بدظن ہے لیکن اپنے آپ کو ہیرا سمجھتا ہے۔ یہ آپس کی بدظنی اور اپنے سوا ہر ایک کو بُرا سمجھنا سوسائٹی کی جڑ کھودنے کی چیزیں ہیں۔ اس کا علاج بس یہی ہے کہ ہر شخص دوسرے کی بُرائی کرنے سے اپنا منہ بند کر لے۔ اور کسی کی بابت اول فول نہ بکے۔ کیونکہ وہ یا تو غیبت ہو گی یا بہتان۔ اور نہ کسی کو موقع دے کہ وہ اس کے سامنے کسی کی بُرائی کرے۔

اس حدیث میں حضور ﷺ اپنے پاس بیٹھنے اٹھنے والوں کو ہدایت کرتے ہیں کہ کوئی شخص میرے سامنے دوسرے کی بُرائی نہ کرے اور نہ کسی کی طرف سے میرے کان بھرے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جس سے ملوں صاف دل سے ملوں۔ اور اس کی ذرا سی بھی بُرائی میرے دل میں نہ بیٹھی ہو۔ ذرا آپ کے اس صاف ستھرے ارادے سے ان ذی جاہ لوگوں کے ارادوں اور رویوں کا مقابلہ کیجئے' جن کے ہاتھ میں آپ کے بعد لوگوں کی قیادت آئی۔ آج ہمارے چھوٹے بڑے نہ صرف کانوں کے کچے ہیں بلکہ دوسروں کی برائیوں کو مزے لے لے کر سنتے ہیں۔ اور اسی ٹوہ میں رہتے ہیں کہ دوسرے کے عیب معلوم کریں تاکہ موقع پر اس کے اوپر قابو پانے کا ایک ذریعہ ہاتھ میں رہے اور اسے ڈرا دھمکا کر اپنا مطلب نکالیں۔ یقین جانئے کہ آپؐ نے جو نصیحت فرمائی ہے اگر اس پر عمل نصیب ہو جائے تو آج ہماری حالت سدھر جائے۔ اور میل جول میں سوائے آپس کی ہمدردی کے اور کچھ نہ رہے۔ دورِ حاضر کا نفاق اور بدظنی ختم ہو۔

ڈاکٹر اسرار احمد
کی ایک فکر انگیز کتاب
منہج انقلاب نبویؐ